رویت ہلال کی حقیقت

سید صمد حسین رضوی

رویت ہلال کا مسئلہ پاکستان ہی میں نہیں بلکہ تمام اسلامی ممالک میں ہمیشہ متضاد نظریات کا حامل رہا ہے جس کی وجہ سے اسلامی مہینوں کی ابتداء اور انتہا کا تعین مختلف ممالک میں مختلف ہوتا رہا ہے۔ اس اختلاف کی ایک واضح مثال ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ کی رویت ہلال کا تعین ہے، جس میں شدید اختلافات پیدا ہوگئے تھے۔

آج کل علم ہیئت کے حساب میں بڑی ترقی ہوگئی ہے اور اس کی بنیاد پر یہ معلوم کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے کہ کس دن کس جگہ رویت ہلال ممکن ہے اور کس جگہ رویت ہلال ناممکن ہے۔ اگرچہ مغربی ممالک کے ہیئت دانوں نے رویت ہلال کے حساب کو نظر انداز کر رکھا ہے کیوں کہ ان کو اس کی چنداں ضرورت نہیں پڑتی لیکن عہد قدیم کے ہندو جوتشی اور قرون وسطیٰ کے مسلمان ہیئت داں رویت ہلال کے حساب کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے جس سے آج کل کے ہیئت داں ناواقف ہیں۔ میں نے اس سلسلہ میں نہ صرف یہ کہ قدیم ہندو اور مسلمان ہیئت دانوں کی کتابوں اور ان کی کاوشوں کا عمیق مطالعہ کیا ہے بلکہ خود بھی مشاہدات اور تجربات کئے ہیں اور مزید تحقیق کا سلسلہ جاری ہے۔

اپنی اسی واقفیت کی بنیاد پر میں ہمیشہ رویت ہلال کے حسابات لگاتا رہتا ہوں جو ننانوے فی صدی صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ لہذا میں نے ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ کے چاند کے متعلق بھی حساب لگا کر رویت ہلال کے امکانات کا تعین کیا تھا اور جنوبی ایشیا کا ایک نقشہ تیار کرکے اس نقشے پر خط رویت ہلال برائے ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ کو واضح طور پر دکھایا تھا جس کی صداقت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ وہ نقشہ میں اس جگہ پیش کر رہا

ہو۔ تاکہ لوگ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ کے چاند کی حقیقت کو سمجھ سکیں اور
اور اس مسئلہ کی اہمیت سے واقف ہو سکیں۔ اس نقشے پر دکھائے ہوئے

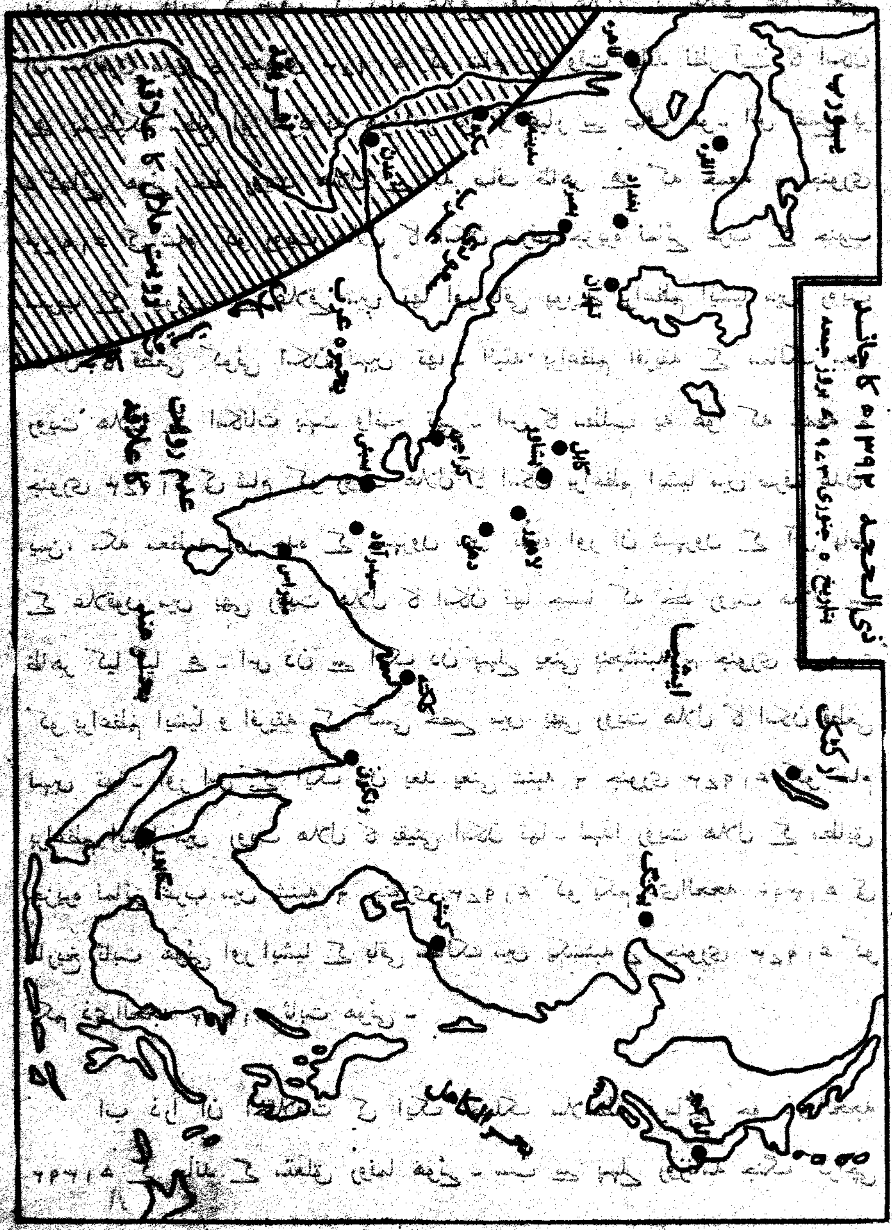

خط رویت ہلال کے مشرق کی طرف یعنی داھنے ہاتھ کی طرف کے تمام علاقے عدم رویت کے علاقے ھیں یعنی ان علاقوں میں ۵ جنوری ۱۹۷۳ء کو شام کے وقت چاند نظر نہیں آسکتا تھا۔ اسی خط رویت ہلال کے مغرب کی طرف یعنی بائیں ہاتھ کی طرف کے تمام علاقے رویت ہلال کے علاقے ھیں یعنی ان علاقوں میں ۵ جنوری ۱۹۷۳ء کو شام کے وقت چاند نظر آنے کا امکان ھے بشرطیکہ مطلع ابر آلود نہ ھو اور گرد و غبار سے صاف ھو۔ اس نقشے پر دکھائے ہوئے خط رویت ہلال سے یہ صاف ظاہر ھے کہ جمعہ ۵ جنوری ۱۹۷۳ء کی شام کو رویت ہلال کا امکان صرف جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مغرب کے تھوڑے سے علاقے میں تھا اور باقی پورے براعظم ایشیا میں رویت ہلال کا قطعی کوئی امکان نہیں تھا۔ البتہ براعظم افریقہ کے ممالک میں رویت ہلال کے امکانات بہت واضح تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جمعہ ۵ جنوری ۱۹۷۳ء کی شام کو رویت ہلال کا امکان براعظم ایشیا میں صرف عدن، یمن، مکہ معظمہ اور جدہ کے شہروں میں تھا، اور ان شہروں کے آس پاس کے علاقوں میں بھی رویت ہلال کا امکان تھا جیسا کہ خط رویت ہلال سے ظاہر کیا گیا ھے۔ اس دن سے ایک دن پہلے یعنی پنجشنبہ ۴ جنوری ۱۹۷۳ء کو براعظم ایشیا و افریقہ کے کسی حصے میں بھی رویت ہلال کا امکان قطعی نہیں تھا۔ اور اس کے ایک دن بعد یعنی شنبہ ۶ جنوری ۱۹۷۳ء کو تمام براعظم ایشیا میں رویت ہلال کا یقینی امکان تھا۔ لہذا رویت ہلال کے مطابق جزیرہ نمائے عرب میں شنبہ ۶ جنوری ۱۹۷۳ء کو یکم ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ کی تاریخ ثابت ہوئی اور ایشیا کے باقی ممالک میں یکشنبہ ۷ جنوری ۱۹۷۳ء کو یکم ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ ثابت ہوئی۔

اب ذرا ان اختلافات کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے جو ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ کے چاند کے متعلق رونما ہوئے۔ سب سے پہلے روزنامہ جنگ کراچی

کی ۷ جنوری ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں مندرجہ ذیل خبر شائع ہوئی:۔

''کراچی ۵ جنوری (اسٹاف رپورٹر) مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا اجلاس آج ۲۹ ذی قعدہ مطابق ۵ جنوری بروز جمعہ ماہ ذی الحجہ کے چاند کے سلسلے میں جامع مسجد جیکب لائن میں منعقد ہوا جس کی صدارت مولانا احتشام الحق تھانوی نے کی۔ چاند نظر نہیں آیا اور نہ کوئی شہادت موصول ہوئی۔ جماعت اہل سنت کی رویت ہلال کمیٹی کا اجلاس بھی آج دارالعلوم امجدیہ میں مولینا محمد شفیع اکاڑوی صدر جماعت کی صدارت میں منعقد ہوا۔ کمیٹی کے اعلان کے مطابق چاند نظر نہیں آیا اور نہ کوئی شہادت ملی۔ لہذا یکم ذی الحجہ اتوار ۷ جنوری کو اور عید الاضحیٰ منگل ۱۶ جنوری کو ہوگی۔''

جیسا کہ نقشے سے ظاہر ہے رویت ہلال کمیٹی کا فیصلہ بالکل صحیح تھا جسے متفقہ طور پر تسلیم کر لیا گیا تھا۔ اور کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا تھا۔ لیکن اس کے بعد روزنامہ جنگ کراچی کی ۱۰ جنوری کی اشاعت میں ایک اور خبر شائع ہوئی جس کے ابتدائی حصے کا اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

''حج ۱۳ جنوری کو ہوگا۔ مناسک حج ٹیلی ویژن پر پیش کرنے کے انتظامات مکمل ہوگئے۔ اسلام آباد ۸ جنوری (پپا) سعودی عرب کے سفارت خانے کے مطابق وزارت صحت نے اعلان کیا ہے کہ تمام حاجیوں اور مقامی آبادی کی صحت اچھی ہے اور جمعہ یکم ذی الحجہ کی صبح تک کوئی وبائی بیماری نہیں پھیلی تھی۔ وزارت انصاف نے اعلان کیا ہے کہ شریعت کے قواعد کے مطابق ذی الحجہ کا مہینہ جمعہ ۵ جنوری سے شروع ہوا اور عرفات پر قیام ۹ ذی الحجہ ۱۳ جنوری کو ہوگا۔ اس مقدس موقع پر خدا تعالیٰ مسلمانوں کا حج قبول کرے اور مسلم قوم کو امن و خوشحالی کی رحمتوں سے فیض یاب کرے۔''

مندرجہ بالا اعلان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سعودی عرب میں جمعہ

۵ جنوری ۱۹۷۳ء کو یکم ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ کی تاریخ مانی گئی تھی جس کا منطقی نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ مملکت عرب میں ذی الحجہ کی رویت ہلال کو پنجشنبہ ۴ جنوری ۱۹۷۳ء کی شام کو فرض کر لیا گیا تھا حالانکہ نقشے کے مطابق یہ مفروضہ سراسر غلط ہے کیونکہ پنجشنبہ ۴ جنوری کو ایشیاء افریقہ اور یورپ تینوں بر اعظموں میں رویت ہلال کا قطعی امکان نہیں تھا۔ اور سائنس کے جدید ترین آلات سے بھی چاند کو نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔

رویت ہلال کے ان اختلافات کو ختم کرنے کی تدابیر کے سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ تمام مسلمانان عالم کو متفقہ طور پر پہلے یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ کیا اسلامی مہینوں کی ابتداء کے لئے رویت ہلال کی شرط ضروری ہے۔ یعنی کیا یہ ضروری ہے کہ جب تک آنکھ سے چاند نظر نہ آجائے کسی اسلامی مہینے کی ابتداء نہ کی جائے۔ اگر علماء اسلام کا متفقہ فیصلہ یہ ہوجائے کہ اسلامی مہینے کی ابتداء کے لئے رویت ہلال کی شرط ضروری نہیں ہے تو پھر اس مسئلہ کا حل بہت ہی آسان ہوسکتا ہے یعنی تمام مسلمانان عالم بڑی آسانی سے اس بات پر متفق ہوسکتے ہیں کہ سعودی عرب کے شاہ فیصل کا جو فیصلہ ہو وہ سب کے لئے قابل قبول ہو خواہ وہ فیصلہ کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ یا پھر مصری کلینڈر کی طرز پر کوئی متفقہ اسلامی کلینڈر وضع کیا جاسکتا ہے جس کی پابندی تمام مسلم ممالک پر لازمی ہو۔ بلکہ موجودہ مصری کلینڈر میں سے دو دن کم کرکے نہایت ہی اچھا عالمی کلینڈر بنایا جا سکتا ہے۔ یہ دو دن کا فرق امتداد زمانہ اور بعد مقامی کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے جسے اب دور کر دینا چاہئے۔ یہ وہی مصری کلینڈر ہے جو فاطمی خلفائے مصر کے زمانے میں سرکاری طور پر رائج تھا اور اسی کلینڈر کے مطابق عید، بقرعید وغیرہ کا تعین کیا جاتا تھا۔ اس زمانے کے بہت سے علماء نے بھی اس کلینڈر کی حمایت کی تھی۔ لہذا اس زمانے کے علماء بھی اس کلینڈر کی منظوری دے

سکتے ہیں ۔ اگر ایسا ہو جائے تو سارے اختلافات خود بخود ختم ہو جائیں ۔

بصورت دیگر اگر علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اسلامی مہینے کی ابتداء کے لئے رویت ہلال کی شرط شرعی طور پر لازمی ہے تو پھر اختلافات سے نہ گھبرانا چاہئے کیونکہ فطری طور پر رویت ہلال مختلف ممالک میں مختلف ایام میں ہو سکتی ہے ۔ آخر مختلف نمازوں کے اوقات بھی تو مختلف ممالک میں مختلف ہوتے ہیں ۔ جب کسی ملک میں نماز فجر کا وقت ہوتا ہے تو اسی وقت کسی اور ملک میں نماز ظہر کا وقت ہوتا ہے ۔ اور کسی ملک میں نماز عشاء کا وقت ہوتا ہے ۔ جب آپ اوقات نماز کے اس اختلاف کو دور نہیں کر سکتے تو رویت ہلال کے اختلاف کو بھی قبول کر لینے میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہئے ۔ ہاں مگر یہ امر ضروری ہے کہ رویت ہلال کے معاملے میں لوگوں کو محتاط ہونا چاہئے یعنی بغیر چاند دیکھے ہوئے رویت ہلال کی شہادت دینے کا رجحان بالکل ختم ہو جانا چاہئے ۔ چاند کا نظر آنا کوئی ایسی معمولی بات نہیں ہے کہ صرف چند افراد کو نظر آجائے اور باقی ساری خلقت کو وہ دکھائی نہ دے ۔ ایسا شاذ و نادر اتفاق صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ آسمان ابر آلود ہو اور صرف چند لمحوں کے لئے بادل چاند کے اوپر سے ہٹ جائے اور پھر فوراً ہی دوبارہ چاند کو ڈھک لے ۔ گذشتہ پچیس سال سے پاکستان میں میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ جب بھی لوگوں میں رویت ہلال یا عدم رویت کا اختلاف ہوا ہے تو ان موقعوں پر میں نے ہمیشہ رویت ہلال کی شہادت دینے والوں کو غلط پایا ہے اور عدم رویت کے جلسوں کو صحیح پایا ہے ۔ رویت ہلال کی شہادت قبول کرنے والوں کو سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ آیا اس مقام پر اس دن رویت ہلال کا امکان ہے یا نہیں ۔ اگر رویت ہلال کا امکان ہے پھر تو شہادت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر رویت ہلال کا امکان ہی نہیں ہے تو پھر رویت ہلال کی کوئی شہادت بھی

شرعی حیثیت نہیں رکھ سکتی کیونکہ اگر ایسی ناممکن شہادت کو بھی شرعی تحفظ دیا گیا تو شرعی شہادت بھی ایک قسم کا مذاق بن کر رہ جائے گی۔ یہ اہم نکتہ ہمیشہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ یہ تو ممکن ہے کہ کسی جگہ کسی دن رویت ہلال کا امکان ہو لیکن پھر بھی چاند نظر نہ آئے لیکن یہ ہر گز ممکن نہیں ہے کہ کسی جگہ کسی دن رویت ہلال کا قطعی امکان ہی نہ ہو پھر بھی چاند نظر آجائے۔ علمائے دین کو علم ہیئت سے کم از کم اتنا مس تو ضرور ہونا چاہئے کہ وہ یہ معلوم کرسکیں کہ کس مقام پر کس دن رویت ہلال ممکن ہے اور کب ناممکن ہے۔

مثال کے طور پر ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ کی رویت ہلال ہی کو لے لیجئے جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے یہاں کی مرکزی رویت ہلال کمیٹی نے صحیح فیصلہ کیا تھا جس کی رو سے دو شنبہ ۱۵ جنوری ۱۹۷۳ء کو یوم حج ٹھہرتا ہے اور ۱۶ جنوری ۱۹۷۳ء کو عید الاضحیٰ ٹھہرتی ہے۔ اب رہا سعودی عرب کا سوال تو وہاں کی حقیقی رویت ہلال کے مطابق یکشنبہ ۱۴ جنوری ۱۹۷۳ء کو یوم حج ٹھہرتا ہے اور دو شنبہ ۱۵ جنوری ۱۹۷۳ء کو عید الاضحیٰ ٹھہرتی ہے۔ لیکن وہاں کے بادشاہ کا فیصلہ یہ تھا کہ یوم حج ۱۳ جنوری ۱۹۷۳ء کو ہوگا اور عید الاضحیٰ یکشنبہ ۱۴ جنوری ۱۹۷۳ء کو ہوگی۔ بظاہر یہ فیصلہ جزیرہ نمائے عرب کی حقیقی رویت ہلال کے مطابق نہیں ہے جیسا کہ پہلے ہی وضاحت کی جا چکی ہے اور اگر کسی فرد کی شہادت پر یہ فیصلہ کیا گیا ہے تو وہ شہادت بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ۴ جنوری ۱۹۷۳ء کو رویت ہلال کا وہاں مطلق امکان نہیں تھا۔ یہ فیصلہ کسی متفقہ اسلامی کلینڈر کے مطابق بھی نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس قسم کے کسی متفقہ اسلامی کلینڈر کا بھی اعلان نہیں کیا گیا۔ پھر آخر یہ فیصلہ کس اصول کے تحت کیا گیا؟ مسلمانان عالم کے لئے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کیونکہ اگر یہ فیصلہ

صحیح تھا تو یقیناً یہ رویت ھلال کی شرط کے خلاف تھا اور پھر یہ سوال لینا پڑے گا کہ رویت ھلال کی شرط غیر شرعی ہے، لیکن اگر یہ فیصلہ صحیح نہیں تھا تو حج کی تاریخ بھی صحیح نہیں تھی اور اگر حج کی تاریخ بھی صحیح نہیں تھی تو پھر وہ حج نہیں تھا اور پھر یہ بات صرف ایک ہی حج پر ختم نہیں ہوجاتی بلکہ اب تک جتنے حج ہوئے ہیں وہ سب اسی قسم کے غلط فیصلوں پر ہوئے ہیں۔

اس ساری بحث کا لب لباب یہ ہے کہ علمائے دین کو سب سے پہلے یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ رویت ھلال کو لازمی شرط مانا جائے یا نہیں۔ اگر لازمی شرط نہ مانا جائے تو پھر کوئی سا بھی مناسب طریقہ متفقہ طور پر اختیار کیا جا سکتا ہے، لیکن اگر رویت ھلال کو لازمی شرط مانا جائے تو پھر یہ طے کرنا پڑے گا کہ کیا ملک کے کسی ایک مقام کی رویت ھلال باقی پورے ملک کے لئے بھی قابل قبول ہونی چاہئے یا صرف اسی مقام کے لئے قابل قبول ہے اگر صرف اسی مقام کے لئے قابل قبول ہے تو پھر ملک میں کئی عیدیں ہوں گی اور اس فطری اختلاف کو برداشت کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر ملک کے کسی ایک مقام کی رویت ھلال باقی پورے ملک کے لئے بھی قابل قبول سمجھی جائے (جیسے ماننے میں بعض علماء کو تامل ہوگا) تو پھر ایک مرکزی رویت ھلال کمیٹی کا قیام لازمی ہے جس میں کم از کم ایک ممبر ایسا ہونا چاہئے جو علم ہیئت کی بنیاد پر رویت ھلال کے ممکن ہونے یا ناممکن ہونے کے حسابات لگا کر حتمی فیصلہ کرسکے۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ اگر شرعی طور پر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ایک مقام کی رویت ملک کے دوسرے مقامات کے لئے بھی قابل قبول ہے تو پھر اس اصول کو صرف اپنے ملک ھی تک کیوں محدود رکھا جائے؟ تمام عالم اسلام تک کیوں نہ پھیلایا جائے؟ یعنی صرف کراچی کی مرکزی رویت ھلال کمیٹی کا فیصلہ کیوں مانا جائے، مکہ معظمہ میں کل اسلامی رویت ھلال کمیٹی کیوں نہ قائم

کی جائے؟ بہرحال رویت ہلال کمیٹی جہاں بھی قائم کی جائے، یہ بات ضرور ملحوظ رکھنی چاہئے کہ علم ہیئت کے حسابات خواہ کتنے ہی صحیح کیوں نہ ہوں، رویت ہلال کے ''ثبوت'' کے لئے شرعی حجت نہیں ہوسکتے۔ البتہ یہ حسابات رویت ہلال کی ''شہادت'' دینے والوں کو پرکھنے کے لئے ضرور مفید ہوسکتے ہیں۔ یعنی اگر علم ہیئت کے حسابات سے رویت ہلال کا امکان ہے تو شہادت قابل قبول ہوسکتی ہے اور اگر رویت ہلال کا امکان ہی نہیں ہے تو شہادت ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتی، ورنہ غلط فیصلوں کا سلسلہ کبھی بند نہیں ہوسکتا۔ اگر اس قسم کی غیر امکانی شہادت کا سدباب نہ کیا گیا تو رویت ہلال کمیٹی ایک مذاق بن کر رہ جائے گی۔ یہ بھی یاد رکھیئے کہ علم ہیئت کی بنیاد پر رویت ہلال کا صحیح حساب لگانا بھی بڑا پیچیدہ مسئلہ ہے اور ہر ہیئت داں کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس مقصد کے لئے صرف وہی شخص مفید ہوسکتا ہے جو علم ہیئت کے موجودہ اصول سے بھی واقف ہو، سنسکرت کی کتابوں میں بیان کردہ جوتش کے قاعدوں سے بھی واقف ہو، اور عربی کی کتابوں میں بیان کردہ مسلم ہیئت دانوں کے حسابات سے بھی واقف ہو۔

آخر میں ان چند غلط فہمیوں کا ازالہ کردینا بھی ضروری سمجھتا ہوں جو رویت ہلال کے متعلق عام مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں :

(۱) عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسلامی مہینے ہمیشہ بالترتیب ۳۰ دن اور ۲۹ دن کے ہوتے ہیں یعنی اگر ایک مہینہ ۳۰ دن کا ہوا ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ اس کے بعد آنے والا مہینہ ضرور ۲۹ دن کا ہوگا۔ حالانکہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ رویت ہلال کے مطابق بعض اوقات تو متواتر تین مہینے بھی انتیس انتیس دن کے ہوسکتے ہیں اور متواتر پانچ مہینے بھی تیس تیس دن کے ہوسکتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر ہم ہر

ایک سن هجری کا پہلا مہینہ یعنی محرم کا مہینہ ۳۰ دن کا مان لیں تو زیادہ امکان یہی ہوتا ہے کہ صفر کا مہینہ ۲۹ دن کا ہوگا۔ پھر ربیع الاول کا مہینہ ۳۰ دن کا ہوگا اور ربیع الآخر کا مہینہ ۲۹ دن کا ہوگا۔ اسی طرح شمار کرتے کرتے آخری مہینہ یعنی ذی الحجہ کا مہینہ ۲۹ دن کا ہوگا ان حسابات کی یکسانیت کے لئے قدیم علماء تاریخ نے ۱ سے ۳۰ تک تیس سال کا ایک قرن فرض کر لیا تھا اور آگے بھی اسی طرح تیس تیس سال کے قرنوں کو شمار کرتے چلے جاتے تھے۔ پھر ہر ایک قرن کے ۳۰ سالوں میں سے دوسرا، پانچواں، ساتواں، دسواں، تیرھواں، سولھواں، اٹھارھواں، اکیسواں، چھبیسواں، چھبیسواں، اور انتیسواں سال یعنی کل ۱۱ سال کبیسہ مان لئے تھے جن میں ذی الحجہ کا مہینہ ۲۹ دن کے بجائے ۳۰ دن کا فرض کر لیا جاتا تھا۔ انجمن ترقی اردو کی شائع کردہ تقویم هجری و عیسوی بھی اسی اسکان کی بنیاد پر مرتب کی گئی ہے اور حقیقی رویت هلال سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے یہ اور بات ہے کہ بعض اوقات اس تقویم هجری و عیسوی میں اور رویت ہلال کی تاریخوں میں بھی مطابقت ہوجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس تقویم هجری و عیسوی کی تاریخوں کی مطابقت میں کبھی ایک دن اور کبھی دو دن کا فرق پڑ سکتا ہے بلکہ بعض مخصوص حالات میں تو تین دن کا فرق بھی پڑ سکتا ہے۔ لہذا جو لوگ اپنی ناواقفیت کی بنا پر اس تقویم هجری و عیسوی کو تحقیقی کاموں میں اپنا رہبر بناتے ہیں وہ ٹھوکر کھاتے ہیں۔ یہی غیر یقینی حال ان آسان قسم کے قاعدوں اور عام فہم قسم کے حسابات کا بھی ہے جو هجری و عیسوی تاریخوں کی مطابقت معلوم کرنے کے لئے مختلف لوگوں کی طرف سے مختلف کتابوں اور رسالوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

(۲) عوام الناس میں یہ غلط خیال بھی بہت مقبول ہوگیا ہے کہ پہلی رات کا چاند صرف وہی ہوسکتا ہے جو بہت باریک ہو۔ لہذا اگر کبھی

انہیں پہلی رات کو رویت ہلال کے وقت کچھ موٹا چاند نظر آتا ہے تو وہ شک کرنے لگتے ہیں کہ کہیں یہ دوسری رات کا چاند نہ ہو اور رویت ہلال کہیں ایک دن پہلے نہ ہوگئی ہو۔ حالانکہ یہ امر قطعی ناممکن ہے کہ کوئی شخص محض ہلال کی موٹائی سے اندازہ لگا کر یہ فیصلہ کر سکے کہ یہ کون سی رات کا چاند ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہلال اگر ۲۹ تاریخ کو نظر آتا ہے تو قدرے باریک ہوتا ہے اور اگر ۳۰ تاریخ کو نظر آتا ہے تو قدرے موٹا ہوتا ہے۔

(۳) بعض لوگ ایسا بھی کرتے ہیں کہ ہجری مہینہ کی آخری تاریخوں میں روزانہ صبح کے وقت مشرق کی طرف چاند کو دیکھتے رہتے ہیں اور جس دن چاند پہلی دفعہ غائب ہوجاتا ہے اس کے تیسرے دن سے اگلے مہینہ کی پہلی تاریخ شمار کر لیتے ہیں اور اسی لحاظ سے رویت ہلال کا تعین بھی کرلیتے ہیں ۔ لیکن یہ بھی ایک غلط طریقہ ہے اور اس میں بھی ایک یا دو دن کا فرق پڑسکتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جس دن چاند صبح کے وقت مشرق کی طرف پہلی دفعہ غائب ہو جاتا ہے اسی دن شام کو مغرب کی طرف رویت ہلال قطعی ناممکن ہوتی ہے۔

(۴) ایک یہ غلط عقیدہ بھی لوگوں میں زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے کہ عید الفطر جس دن ہوتی ہے اس کے بعد آنے والا عاشورۂ محرم بھی اسی دن ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ بھی کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور اس میں بھی ایک دن کا فرق پڑ سکتا ہے بلکہ بعض مخصوص حالات میں تو دو دن کا فرق بھی پڑسکتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جس دن کی عیدالفطر ہوتی ہے اسی دن کا عاشورۂ محرم بھی ہوتا ہے۔ دراصل عید الفطر اور اس کے بعد آنے والے عاشورۂ محرم کے درمیان عام طور پر ۹۸ دن کا فاصلہ ہوتا ہے جو مکمل ۱۴ ہفتوں کے برابر ہوتا ہے۔ اس لئے ان دونوں تاریخوں کے دنوں

میں فرق نہیں پڑتا۔ لیکن بعض حالات میں یہ فاصلہ کبھی ۹۷ دن، کبھی ۹۹ دن اور [illegible] سے ان دونوں تاریخوں کے دنوں میں فرق پڑ سکتا ہے۔

(۵) پاکستان میں پشاور کے مقام پر ایک دفعہ ایسا بھی ہوا تھا کہ ۲۹ رمضان کو صبح کے وقت سورج گرہن نظر آیا تھا اور اسی دن شام کو چند مخصوص لوگوں نے شہادت دی تھی کہ انہوں نے شوال کا چاند دیکھ لیا ہے اور اس شہادت کو علماء دین نے قبول بھی کرلیا تھا، بلکہ کابل میں تو ٹھیک اسی وقت عید الفطر کی نماز ہو رہی تھی جس وقت کہ سورج گرہن ہو رہا تھا۔ ان واقعات کو دیکھ کر سخت افسوس ہوتا ہے کہ عام مسلمان رویت ہلال کے متعلق اتنی معمولی سی بات بھی نہیں جانتے کہ جس دن سورج گرہن نظر آتا ہے اس دن شام کو رویت ہلال قطعی ناممکن ہوتی ہے۔ اور اس سے ایک دن پہلے تو اور بھی زیادہ ناممکن ہوتی ہے۔ کاش رویت ہلال کے بارے میں عوام کوئی واضح اور حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کر سکیں۔!